بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشارات

خشک سالی اور قحط

قوم کے اجتماعی ضمیر کے لیے ایک چیلنج

پروفیسر خورشید احمد

پاکستان اپنے قیام کے بعد ہی سے مشکلات اور مسائل کی آماج گاہ بنا رہا ہے لیکن اس وقت خشک سالی' باران رحمت سے مسلسل محرومی' قحط اور فاقہ کشی کے نتیجے میں بیماریوں کے طوفان اور مویشیوں اور خود انسانوں کی ہلاکت نے اجتماعی فساد' تباہی اور جان و مال کی بربادی کی جو صورت پیدا کر دی ہے اس کی کوئی مثال ہماری حالیہ تاریخ میں موجود نہیں۔ بلوچستان کے ۲۶ میں سے ۱۵ اضلاع شدید قحط سالی کا شکار ہیں اور مزید ۷ اضلاع متاثر ہو رہے ہیں۔ جنوبی سندھ کے تین اضلاع میں قحط نے تباہی مچا دی ہے اور اب ٹھٹھ اور کراچی بھی اس کے اثرات کی لپیٹ میں ہیں۔ پنجاب میں چولستان کا علاقہ خشک سالی اور قحط کی گرفت میں ہے۔ بلوچستان میں ۲۱ لاکھ افراد اور علاقے کا ۸۰ فی صد' سندھ میں ۱۵ لاکھ افراد' پنجاب میں ۷ سے ۱۰ لاکھ افراد قحط سالی کے چنگل میں ہیں۔ بلوچستان پاکستان کی لائیوسٹاک کی ضروریات کا ۴۷ فی صد پورا کرتا ہے' اس کا ۴۰ فی صد سے زیادہ موت کے گھاٹ اتر چکا ہے اور باقی ۴۰ فی صد جسم و جان کے رشتے کو باقی رکھنے کے لیے تڑپ رہا ہے۔ سندھ میں بھی کئی ہزار مویشیوں کی ہلاکت کی خبر ہے۔ لوگ گروہ در گروہ نقل مکانی پر مجبور ہو رہے ہیں اور پانی' غذا اور سایے کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔

جس بڑے پیمانے پر اس سال تباہی آئی ہے اور جس طرح اس نے ملک کے ایک بڑے حصے کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے وہ قوم کی آنکھیں کھولنے کے لیے غیبی انتباہ ہے۔ درحقیقت یہ عذاب الٰہی کی ایک

ابتدائی شکل ہے۔ قوم کے اجتماعی ضمیر کے لیے یہ ایک چیلنج اور آزمایش بھی ہے اور ہم سب کو ایک لمحہ فکریہ فراہم کرتی ہے۔ یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں اور نہ اسے محض اتفاقی عوامل کی پیداوار قرار دیا جا سکتا ہے۔ اگر خدانخواستہ اس درجے کی تباہی اور ایسی واضح وارننگ کے باوجود بھی قوم خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوتی ہے تو مستقبل بڑا تاریک ہے۔ اگر اب بھی ہماری آنکھیں کھل جاتی ہیں، ہم خلوص اور ندامت کے ساتھ اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں، اس کی نافرمانی کے راستے کو ترک کر کے اس سے وفاداری اور اس کے دین اور شریعت سے اطاعت اور پاسداری کا رشتہ جوڑتے ہیں، بیرونی سہاروں اور غفلت، نفس پسندی، مفاد پرستی اور حق تلفی کا راستہ چھوڑ کر خودانحصاری، محنت اور ایثار، تعاون باہمی، ادایگی حقوق اور ملک و ملت سے وفاشعاری کا راستہ اختیار کرتے ہیں تو یہ تاریک رات بہت جلد ختم ہو سکتی ہے اور اس کے پہلو سے صبح نو نمودار ہو سکتی ہے:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ○ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ○ (الاعراف ۷:۹۶-۹۸) اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے--- مگر انھوں نے تو جھٹلایا! لہٰذا ہم نے اس بری کمائی کے حساب میں انھیں پکڑ لیا جو وہ سمیٹ رہے تھے۔ پھر کیا بستیوں کے لوگ اب اس سے بے خوف ہو گئے کہ ہماری گرفت کبھی اچانک ان پر رات کے وقت نہ آجائے گی کہ وہ سوئے پڑے ہوں؟ یا انھیں اطمینان ہو گیا ہے کہ ہمارا مضبوط ہاتھ کبھی یکایک ان پر دن کے وقت نہ آپڑے گا جب کہ وہ کھیل رہے ہوں؟

آزمایش کی اس گھڑی اور بربادی اور ہلاکت کی اس ساعت میں ملت اسلامیہ پاکستان کے لیے سب سے اہم پہلو حالات پر اخلاقی اور روحانی نقطۂ نظر سے غور اور خود اپنی حالت سے عبرت پکڑنے کی فکر ہے۔ اللہ سے غافل اور اس کے منکر صرف مادی اسباب و حالات پر نگاہ رکھتے ہیں اور اہل ایمان مادی اور دنیاوی اسباب کے ساتھ بلکہ ان سے بھی پہلے اخلاقی اور مکافاتی پہلوؤں پر نظر کرتے ہیں، اپنے اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں، اپنے گناہوں اور کوتاہیوں پر ندامت کے آنسو بہاتے اور رب سے عفو و مغفرت طلب کرتے ہیں۔ وہ محض ظاہری اسباب ہی نہیں بلکہ فساد اور بگاڑ کے حقیقی اسباب اور کائنات میں جاری و ساری اخلاقی قانون کی روشنی میں اپنا احتساب کرتے ہیں اور رب کی طرف رجوع کر کے، اس کی بندگی کے سہارے اپنی دنیاوی زندگی کی تعمیرنو کی کوشش کرتے ہیں۔

دنیا کی اس زندگی میں جہاں مادی اسباب کارفرما ہیں، وہیں اخلاقی قوانین ان سے بھی کہیں زیادہ طاقت ور انداز میں حالات کی صورت گری کر رہے ہیں۔ جن حالات سے اس وقت ہم دوچار ہیں ان کا سب سے قوی تقاضا یہی ہے کہ ہم اپنی اخلاقی اور روحانی کیفیت کا جائزہ لیں اور انفس و آفاق میں جو ہمہ گیر اور باہم مربوط اخلاقی قوانین اور مادی عوامل تخریب اور تعمیر اور موت اور زندگی کے معاملات کے دروبست کے ذمہ دار ہیں، ان کو سمجھیں اور ان کی روشنی میں اپنے حالات کو درست کرنے کی جدوجہد کریں تاکہ اس طوفان سے نکل سکیں اور تباہی کو تشکیل نو اور نئی بلندیوں کی طرف پرواز کا ذریعہ بنالیں۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۭ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ○ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ○ اُولٰۗىِٕكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۣ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ○ (البقرہ ۲:۱۵۵-۱۵۶) اور ہم ضرور تمھیں خوف و خطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات، اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمھاری آزمایش کریں گے۔ ان حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے، انھیں خوشخبری دے دو۔ ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی، اس کی رحمت ان پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ راست رو ہیں۔

اہل ایمان اور ان کی قیادت کو سمجھ لینا چاہیے کہ اخلاقی اسباب کی فکر کے بغیر محض مادی اسباب کی فراہمی اور کارفرمائی سے حالات درست نہیں ہو سکتے۔ اللہ سے رجوع اور توبہ و استغفار کے ساتھ معاشرے سے ظلم، بداخلاقی، حق تلفی، بے حیائی اور ناانصافی کا خاتمہ بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا مادی اور معاشی وسائل کی فراہمی اور سلیقہ اور خوش اسلوبی سے ایک دوسرے کی خدمت اور صحیح منصوبہ بندی۔ سب سے سچے انسان صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

اِذَا ظَهَرَ الزِّنَا وَالرِّبَا فِيْ قَرْيَةٍ فَقَدْ اَحَلُّوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَذَابَ اللّٰهِ (روایت حضرت عبداللہ ابن عباسؓ، ترغیب و ترہیب بحوالہ حاکم) جب کسی قوم یا بستی میں بدکاری اور سود خوری نمایاں طور پر ہونے لگے تو یوں سمجھو گویا لوگوں نے اپنے لیے عذاب الٰہی کو حلال کر لیا۔

آپؐ کا ارشاد ہے:

اِتَّقُوْا الظُّلْمَ فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاتَّقُوْا الشُّحَّ فَاِنَّ الشُّحَّ اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلٰى اَنْ سَفَكُوْا دِمَآءَ هُمْ وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ (روایت حضرت جابرؓ، ترغیب و ترہیب بحوالہ مسلم) ظلم سے بچو، اس لیے کہ ظلم قیامت کے دن ظالم کے لیے تاریکیوں (مصیبتوں) کا موجب بنے گا اور شح (مال کی حرص، بخل اور خود غرضی) سے بچو، اس لیے کہ اس چیز نے تم سے

پہلے کے لوگوں کو تباہ کیا۔ اس نے لوگوں کو قتل و خوں ریزی پر آمادہ کیا اور جان، مال، آبرو کی بربادی اور دوسرے گناہوں کی محرک ہوئی۔

آپؐ نے متنبہ فرمایا کہ "پانچ برائیاں ایسی ہیں کہ اگر تم ان میں مبتلا ہوئے اور یہ تمھارے اندر گھس آئیں تو بہت برا ہو گا۔ میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ یہ پانچوں برائیاں تمھارے اندر پیدا ہوں:

۱۔ زنا، اگر کسی گروہ میں علانیہ ہونے لگے تو انھیں ایسی ایسی بیماریاں لاحق ہوں گی جو ان سے پہلوں میں نہیں تھیں۔

۲۔ ناپ اور تول میں کمی، یہ برائی کسی قوم میں پیدا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس پر قحط اور خشک سالی مسلط کرتا ہے اور وہ ظالم حکمرانوں کے ظلم کا نشانہ بنتی ہے۔

۳۔ زکوٰۃ نہ دینا، یہ خرابی جن لوگوں میں پیدا ہوتی ہے ان پر آسمان سے پانی برسنا رک جاتا ہے، اگر اس علاقے میں جانور اور پرندے نہ ہوں تو ذرا بھی بارش نہ ہو۔

۴۔ اللہ اور اس کے رسولؐ سے غداری اور عہد شکنی۔ یہ خرابی جب رونما ہوتی ہے تو اللہ ان کے اوپر غیر مسلم دشمن مسلط کر دیتا ہے جو ان سے بہت کچھ چھین لیتا ہے۔

۵۔ اور اگر مسلمان حکمران خدا کی کتاب کے مطابق حکومت نہ کریں تو اللہ تعالیٰ مسلم معاشرے میں پھوٹ ڈال دیتا ہے اور وہ آپس میں کشت و خون کرنے لگتے ہیں۔

جن حالات میں اس وقت ہم بحیثیت قوم مبتلا ہیں، ان میں سب سے پہلی ضرورت اپنے دلوں کا جائزہ لینے اور اپنے رب کی طرف توبہ و استغفار کے ساتھ رجوع کرنے کی ہے تاکہ اس کی رحمت کے دروازے کھلیں اور ہم بحیثیت قوم اس دلدل سے نکلیں جس میں قوم اور اس کی گمراہ اور خدا سے غافل قیادت کی پے در پے بے وفائیوں اور غداریوں کی وجہ سے ہم سب دھنس گئے ہیں۔

جس مصیبت میں اس وقت ملک اور اس کی آبادی کا ایک معتدبہ حصہ مبتلا ہے، یہ چشم زدن میں وارد نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے جن کو بصیرت دی ہے وہ قوم اور اس کی قیادتوں کو چیخ چیخ کر متوجہ کر رہے تھے کہ وہ تباہی کی طرف بڑھ رہے ہیں لیکن افسوس کہ عاقبت نااندیش قیادتوں نے وطن اور اہل وطن کی فکر نہ کی، قومی زندگی اور معاشی اور سماجی ترقی کی صحیح ترجیحات مقرر نہ کیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو ملک پچاس سال پہلے برعظیم کی نصف سے زیادہ غذائی ضروریات پوری کر رہا تھا، وہ دوسرے ملکوں سے اشیاے خورونوش درآمد کرنے کا محتاج ہو گیا۔ اب نوبت فاقہ کشی تک آگئی ہے اور جان و مال کا اتلاف اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ پاکستان کے بارے میں اس خطرے تک کا اظہار کیا جانے لگا ہے کہ کہیں خدانخواستہ ہمارا حشر بھی

صومالیہ اور ایتھوپیا جیسا نہ ہو؟

بات یہاں تک کیوں اور کیسے پہنچی؟ اس کے بڑے بڑے عوامل مندرجہ ذیل ہیں:

۱- غلط معاشی حکمت عملی' جس میں ملک کے اصل حقائق سے صرف نظر کر کے محض بیرونی امداد کے حصول اور عالمی مالیاتی اداروں کے اشاروں پر ترقیاتی پالیسیاں بنائی گئیں۔ زراعت جو ۷۰ فی صد آبادی کی کفیل' صنعت کے لیے ۸۰ فی صد خام مال کا ذریعہ اور زرمبادلہ کمانے کا سب سے بڑا منبع ہے' اسے غیر شعوری ہی نہیں' شعوری طور پر نظرانداز کیا گیا اور اس طرح خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری گئی۔

۲- خودانحصاری کے راستے کو ترک کر کے بیرونی ممالک کی محتاجی اور عالمی نظام کی کاسہ لیسی کا رویہ اختیار کیا گیا جس نے معیشت کے تمام اہم شعبوں کو متاثر کیا' نہ زراعت ترقی کر سکی اور نہ صنعت کا مضبوط اور مستحکم نظام قائم ہو سکا۔ خسارے کی مالیات نے ایک طرف افراط زر کے سیلاب کو جنم دیا تو دوسری طرف بار بار کے تخفیف زر نے بیرونی منڈیوں میں ہمارے زر کو "زرکم عیار" بنا دیا۔ قرضوں کے پہاڑ جیسے بوجھ نے معیشت کی بدحالی مسلط کر دی ہے جو ملکی سلامتی کے لیے بھی خطرہ بن چکی ہے۔

۳- پانی کی رسد کے ہمہ پہلوؤں کو نہ صرف نظرانداز کیا گیا بلکہ سیاسی بازی گری اور علاقائی مفاد پرستی کے جھگڑوں میں اس طرح الجھا دیا گیا کہ آج پورا ملک نقصان اٹھا رہا ہے۔ اگر اب بھی معاملات کو ملکی مفاد' انصاف اور دانش مندی سے حل نہ کیا گیا تو مستقبل بڑا ہی تاریک ہو سکتا ہے۔ حالیہ بحران برف کے اصل تودے کا صرف ایک چھوٹا سا گوشہ (tip of the ice berg) اور عبرت کا ایک تازیانہ ہے' تاکہ اب بھی یہ قوم خطرات کو بھانپ کر آنے والے طوفان کے لیے سفینہ بنانے اور چھتیں پاٹنے کا کام انجام دے لے۔ پانی کے مسئلے کے تین پہلو ہیں: پہلا' پانی کی مقدار (quantum) کا کہ کس طرح ضرورت کے مطابق فراہمی آب کا منصوبہ بنایا جائے۔ دوسرا' جو پانی میسر ہے اس کی صحیح تقسیم' ترسیل اور استعمال (water management) کا اور تیسرا' ملکی حالات و وسائل کو سامنے رکھتے ہوئے صحیح زرعی ٹکنالوجی اور طریق کاشت کا تاکہ بہترین استعمال (optimal use) کے ذریعے اعلیٰ ترین نتائج پیداوار حاصل کیے جا سکیں۔ اس وقت تک ان تینوں پہلوؤں سے ہماری پالیسی خام' ناکارہ' فرسودہ اور غیرحقیقت پسندانہ رہی ہے--- اور کرپشن اس پر مستزاد!

۴- زرعی اصلاحات کا مسئلہ بھی زراعت کے بنیادی مسائل میں سے ہے۔ چھ سو خاندان آج بھی' دو نام نہاد زرعی اصلاحات کے باوجود' ۵۰' ۵۵ فی صد زیرکاشت رقبے پر قابض ہیں اور زراعت اور سیاست دونوں میں اپنی من مانی کر رہے ہیں۔ بنیادی زرعی اصلاحات اور تقسیم اراضی کے صحت مند نظام کے بغیر زراعت کا نقشہ بدلنا مشکل ہے۔ نیز اس کی وجہ سے دولت کی تقسیم میں شدید ناہمواری رونما ہوئی ہے اور

زراعت میں غربت کا تناسب خطرناک حد تک زیادہ اور روز افزوں ہے۔ حالیہ خشک سالی اور قحط نے بھی سب سے زیادہ متاثر ان افراد کو کیا ہے جو پہلے ہی غربت کا شکار تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تقسیم دولت اور روزگار کے مواقع کی فراہمی کے موثر نظام کے بغیر زراعت کی بنیاد کو مضبوط اور عدل و انصاف پر قائم نہیں کیا جا سکتا اور بحیثیت مجموعی معاشرہ سے ظلم، غربت اور محتاجی کا خاتمہ نہیں کیا جا سکتا۔

کس نہ گردد در جہاں محتاج کس
نکتہ شرع مبین این است و بس

۵- جدید تحقیقات سے ایک پہلو یہ بھی سامنے آیا ہے، اور اس میں نوبل انعام یافتہ ماہر معاشیات امرتا سین کی تحقیقات بڑی چشم کشا ہیں، کہ قحط اور بیرونی سامراج اور قحط اور آمرانہ / غیر جمہوری نظام حکمرانی کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ جو نظام شوریٰ، آزادی اظہار، احتساب اور جواب دہی، قانون کی حکمرانی اور انصاف کی فراہمی پر مبنی ہو گا، اس میں غربت قحط اور عام ہلاکت تک نہیں پہنچتی۔ یہ صورت حال پیدا ہی وہاں ہوتی ہے جہاں اصلاح کے دروازے بند ہوں اور مقامی سطح سے لے کر اوپر تک اقتدار کا ارتکاز ہو اور جواب دہی کا فقدان ہو۔

طبعی حالات اور بارشوں کی کثرت و قلت اپنی جگہ، لیکن صورت حال کو بگاڑنے اور خرابی کو اس مقام تک پہنچانے میں مندرجہ بالا پانچ عوامل کا بڑا ہاتھ ہے۔

پاکستان ان حالات میں قائم ہوا کہ کیبنٹ مشن پلان کی ناکامی کے بعد، برطانیہ اور کانگرس کے گٹھ جوڑ کے تحت ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو آزادی قبول کرنا پڑی۔ فطری طور پر وہ تیاری نہیں ہو سکی جو انتقال اقتدار اور استحکام اقتدار کے لیے ضروری تھی۔ ریڈ کلف ایوارڈ اور پنجاب کی تقسیم کا ایسا نقشہ جس میں تین دریاؤں کے ہیڈ ورکس بھارت کے قبضے میں جا رہے تھے اور دریاؤں کا منبع بھی ان کے زیر اقتدار رہتا تھا، خطرے کی گھنٹی تھا۔ یہی ہوا کہ اپریل ۱۹۴۸ء ہی میں بھارت نے پانی کا مسئلہ کھڑا کر دیا۔ ۱۹۶۰ء میں سندھ طاس معاہدے کی شکل میں مسئلے کا ایک "حل" بنا جو بڑی حد تک بھارت کے حق میں تھا اور جس کے ذریعے اسے تین دریاؤں پر مکمل اختیار حاصل ہو گیا۔ پاکستان کو تقریباً ۲۳ ملین ایکڑ فٹ پانی کا نقصان ہوا جس کی تلافی منگلا اور تربیلا کے ۱۳ ملین ایکڑ فٹ پانی کے باوجود نہیں ہو سکی۔ پاکستان کو اپنے پورے نظام آب پاشی کو نئی نہروں کے ذریعے اپنے حصے کے تین دریاؤں سے مربوط کرنا پڑا۔ ۱۹۶۷ء میں منگلا اور ۱۹۷۶ء میں تربیلا ڈیم نئے نظام کے ستون کی حیثیت سے موثر ہوئے لیکن اس کے بعد جو اقدامات کیے جانے چاہییں تھے، وہ باہمی سیاسی چپقلش کی نذر ہو گئے اور پانی کی فراہمی اور تقسیم دونوں ہی کے بارے میں اتفاق رائے

سے کوئی نظام نہ بن سکا۔ پاکستان کے حصے کے تین دریاؤں سے کل پانی جو حاصل ہو رہا ہے وہ ۱۴۰ ملین ایکڑ فٹ ہے جس میں سے ۱۰۶ ملین ایکڑ فٹ زراعت کے لیے استعمال ہو رہا ہے' اور تقریباً ۳۴ ملین ایکڑ فٹ سمندر میں جا رہا ہے۔ اس کا دو تہائی یا اس سے بھی زیادہ زراعت اور بجلی سازی کے لیے استعمال ہو سکتا ہے لیکن اس کے لیے کوئی قابل عمل منصوبہ آج تک نہیں بن سکا۔ زیرزمین پانی سے ۴۸ ملین ایکڑ فٹ آب پاشی کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس ذریعے سے بھی کم از کم ۷ ملین ایکڑ فٹ مزید حاصل کیا جا سکتا ہے۔ جو پانی آب پاشی کے لیے استعمال ہو رہا ہے اس کا بھی ۴۰ فی صد درمیان میں ضائع ہو جاتا ہے اور حقیقی آب پاشی کے لیے استعمال نہیں ہو پا رہا۔ پھر تربیلا اور منگلا میں گارے کی سطح بلند ہونے کی وجہ سے ان کی صلاحیت میں ۲۴ فی صد کی کمی ہو چکی ہے جس کا اگر بروقت تدارک نہ ہوا تو ۲۰۱۳ء کے بعد ملک شدید بحران کا شکار ہو سکتا ہے۔ نہروں کے نظام کی خرابیوں اور باثر افراد کی دراندازیوں کی وجہ سے بھی پانی کی تقسیم میں بے شمار خرابیاں رونما ہوئی ہیں۔ پھر سیم اور تھور کے مسائل ہیں۔ نہروں کے پختہ نہ ہونے کی وجہ سے رسنے (seepage) کے مسائل ہیں۔ نہروں کا پورا نظام ۱۸۷۳ء کے ایک قانون کے تحت چلایا جا رہا ہے جسے نئے حالات کے مطابق مکمل طور پر از سرنو مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن اس طرف سے بھی مسلسل غفلت برتی گئی ہے۔ ان سب کا یہ نتیجہ ہے کہ تقسیم کے وقت فی کس پانی کی فراہمی ۵۰۰۰ کیوبک میٹر تھی جو اب ۱۹۹۹ء میں ۱۲۰۰ کیوبک میٹر رہ گئی ہے اور خطرہ ہے کہ ۲۰۲۵ء تک ۸۰۰ کیوبک میٹر تک گر جائے گی۔ اگر پانی کی فراہمی' اس کی تقسیم اور اس کے استعمال کے بارے میں موثر حکمت عملی تیار نہیں کی جاتی تو ہم بہت بڑی تباہی کی طرف بگ ٹٹ بڑھتے جائیں گے' العیاذ باللہ!

اس سلسلے میں کالا باغ ڈیم کا مسئلہ بحث میں ایک مرکزی حیثیت اختیار کر گیا ہے اور اسے ایسا سیاسی رنگ دے دیا گیا ہے کہ اب:

ڈور کو سلجھا رہے ہیں اور سرا ملتا نہیں

اس باب میں مزید بے یقینی مہلک ہے۔ اگر اتفاق رائے کی کوئی صورت نہیں تو متبادل حکمت عملی کی فی الفور تیاری کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اس سلسلے میں فنی ماہرین اور سیاسی قیادت کو سرجوڑ کر ایک فیصلہ کرنا چاہیے اور چین کی طرح چھوٹے ڈیم کی حکمت عملی کا بھی گہری نظر سے جائزہ لینا چاہیے--- اس لیے بھی کہ بڑے ڈیم کے لیے بیرونی قرضوں' ماہرین اور کمپنیوں پر انحصار ناگزیر ہو گا جب کہ چھوٹے ڈیموں کے لیے' جو ایک اندازے کے مطابق ۳۰ سے ۴۰ بن سکتے ہیں' ملکی انجینیر اور ملکی صنعت سے حاصل ہونے والی مشینری کافی ہو سکتی ہے۔ اس سے ہزاروں لاکھوں افراد کو روزگار بھی میسر آ سکتا ہے' ملکی صنعت میں غیر معمولی اضافہ ہو سکتا ہے' خود انحصاری کی طرف ایک موثر قدم بڑھایا جا سکتا ہے اور بیرونی قوتوں کے جال

سے بچا جا سکتا ہے۔ ضرورت اجتہادی بصیرت اور ملکی مفاد کے مطابق صحیح ترجیحات قائم کر کے فیصلہ کرنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے سرگرم ہو جانے کی ہے۔

ہم نے اوپر جن بنیادی خرابیوں کی نشاندہی کی ہے ان کی اصلاح کے بغیر معیشت کی بحیثیت مجموعی اور زراعت کے شعبے کی بطور خاص ترقی ممکن نہیں۔ لیکن جو حالات اس وقت درپیش ہیں ان میں دو نوعیت کے اقدامات کی ضرورت ہے۔

پہلی ضرورت فوری مدد اور بحالی (relief and rehabilitation) کے ایک ہمہ گیر منصوبے کی ہے جس کے ذریعے ہنگامی طور پر پورے ملک کے وسائل کو متحرک کر کے ان لاکھوں انسانوں اور مویشیوں کو بھوک' فاقہ اور ہلاکت سے بچایا اور دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے لائق بنایا جائے۔ یہ پوری قوم کا اسلامی اور انسانی فرض ہے اور سب سے بڑھ کر حکومت اور اہل ثروت افراد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنا پیٹ کاٹ کر بھی اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی مدد کریں۔ اسلام جس معیشت کا داعی ہے اس کی بنیاد انصاف اور فلاح عامہ ہے۔ وہ تکافل اجتماعی کا ایک ایسا نظام قائم کرنا چاہتا ہے جس میں کوئی محتاج نہ رہے--- نہ مستقل طور پر اور نہ وقتی طور پر۔ اس میں اس کی کوئی گنجایش نہیں کہ دولت کی گردش محض امرا کے درمیان ہو بلکہ دولت کو پورے معاشرے میں گردش کرنا چاہیے جیسا کہ قرآن نے صاف لفظوں میں بیان کر دیا ہے: كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً ۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۭ (الحشر۵۹:۷)' نیز مصیبت کے وقت ہر فرد کا فرض ہے کہ وہ قربانی دے کر بھی اپنے غریب بھائی اور ایک محتاج انسان کی خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم' مدد کرے۔ قرآن نے یہ اصول بیان کیا ہے کہ سب اسراف اور تبذیر سے اجتناب کریں اور ایک دوسرے کی مدد کریں۔ بہترین انسان وہ ہیں جو اگر خود تنگی میں ہوں تب بھی دوسروں کی مدد کرتے ہیں اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں (وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۭ الحشر۵۹:۹)۔

حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے اچھا عمل کون سا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: کسی مسلمان کا دل خوش کر دینا بڑے ثواب کا کام ہے' اگر بھوکا ہو تو کھانا کھلاؤ' اس کے پاس کپڑے نہ ہوں تو کپڑے پہناؤ' یا اس کی کوئی ضرورت اٹکی ہوئی ہو تو اسے پوری کر دو (ترغیب و ترہیب بحوالہ طبرانی)۔ نیز آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص کسی کو نیک کام بتائے تو اس کو اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا کرنے والے کو ملے گا اور اللہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ مصیبت زدہ (خواہ کوئی ہو' مسلم یا غیر مسلم) کی مدد کی جائے (حضرت ابوہریرہؓ' ترغیب و ترہیب)۔

حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ اہل ایمان کے ساتھ ایک

مومن کا تعلق ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ سر کے ساتھ جسم کا تعلق ہوتا ہے۔ وہ اہل ایمان کی ہر تکلیف کو اسی طرح محسوس کرتا ہے جس طرح سر جسم کے ہر حصے کا درد محسوس کرتا ہے (مسند امام احمد)۔

حضرت عمر فاروقؓ کا مشہور قول ہے کہ اگر فرات کے کنارے پر ایک بکری (یا ایک کتا) بھی بھوک سے مر جائے تو مجھے ڈر ہے کہ مجھ سے اس کا مواخذہ ہوگا۔ جب جزیرۃ العرب میں دور فاروقی میں قحط کی کیفیت رونما ہوئی تو آپ نے اہل حاجت کی ضرورت پوری کرنے کے لیے دن رات ایک کر دیے۔ ریاست کے سارے وسائل استعمال کیے۔ گوشت کھانا بند کر دیا اور روکھی سوکھی پر گزارا کیا تاآنکہ اللہ کے بندوں کی مشکل آسان ہوئی اور خوش حالی لوٹ آئی۔

موجودہ حالات میں حکومت، اہل ثروت، عام شہری اور ان کی تنظیمیں سب کی ذمہ داری ہے کہ قحط زدہ علاقوں کی ہر ضرورت کو پورا کرنے کے لیے کوئی کسر نہ چھوڑیں۔ اسراف و تبذیر عام حالات میں گناہ ہیں لیکن اس زمانے میں تو یہ ایسا جرم ہے جسے معاف نہیں کیا جا سکتا۔ یہ قومی ایمرجنسی کی کیفیت ہے اور اس میں تمام وسائل کو ان مصیبت زدہ علاقوں اور افراد کی مدد کے لیے پوری دیانت اور مستعدی کے ساتھ استعمال کرنا چاہیے۔ افسوس ہے کہ اس وقت بھی ریڈیو اور ٹی وی خوش باشی، غفلت اور بے راہ روی کے راگ الاپ رہے ہیں۔ اہل ثروت کے عیش و عشرت میں کوئی کمی نہیں۔ شہروں میں مترفین دولت کو اسی طرح اسراف و تبذیر کی نذر کر رہے ہیں اور اندرون ملک زمین دار، جاگیردار اور مال دار افراد محتاجوں اور فاقہ کشوں سے اسی طرح بے پروا اپنی رنگ رلیوں میں مگن ہیں۔ کتنے دولت مند ہیں جو آفت زدہ علاقوں میں پہنچے ہیں اور کتنی سیاسی اور سماجی تنظیمیں ہیں جو مجبوروں کی مدد کے لیے موقع پر پہنچی ہیں۔ فوج نے اچھی مثال قائم کی ہے لیکن سرکاری مشینری اور نام نہاد این جی اوز اور سیاسی جماعتوں کا الا ماشاء اللہ وہی حال ہے۔ ریلیف کے لیے حکومت کی طرف سے جو رقم فراہم کی گئی ہے وہ دیانت داری سے خرچ کی جائے تو متعدد فوری نوعیت کے اور دیرپا اقدامات بروے کار لائے جا سکتے ہیں۔ اندیشہ ہے کہ ماضی کی روایات کے مطابق اس کا بیش تر حصہ ضائع ہو جائے گا۔ موجودہ حکومت کو اس کا اہتمام کرنا چاہیے کہ اس امداد کو لوٹنے والوں کو عبرت ناک سزا دے کر ایسی مثال بنا دے کہ کسی کو جرأت نہ ہو۔ ایسا ہو جائے تو حکومت کے فنڈ میں عوام اعتماد سے اپنے عطیات جمع کرائیں گے اور اس میں بے حد اضافہ ہو گا۔

الحمدللہ جماعت اسلامی نے آج بھی مقدور بھر خدمت میں پہل کی ہے اور آج ہی نہیں پہلے بھی، تھر کا علاقہ ہو یا خضدار کا، خشک سالی کی اطلاع پاتے ہی اس کے کارکن جو کچھ فراہم کر سکے، لے کر ان مجبور انسانوں کی خدمت کے لیے کمربستہ ہو گئے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ پوری قوم کو اس ہنگامی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے سرگرم کیا جائے اور ہمارے ذرائع ابلاغ طاؤس و رباب کو ترک کر کے خدمت

خلق اور انسانوں اور مویشیوں کی جان بچانے اور انھیں دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا کر دینے کی مہم کا دست و بازو بن جائیں۔ فوری مدد کے لیے خوراک، خیمے، پانی، ادویہ، بچوں کے لیے دودھ اور بنیادی ضرورت کی تمام چیزیں فراہم کرنے کا اہتمام منظم انداز میں ہونا چاہیے۔ جماعت اسلامی کے مراکز سرگرم عمل ہیں۔ اس کے کارکن دیانت اور محنت کے ساتھ متاثرہ علاقوں میں منظم انداز سے امداد پہنچا رہے ہیں۔

ریلیف کا یہ کام قومی سطح پر اور بالکل جنگی بنیادوں پر ہونا چاہیے اور قوم کا رخ ہر طرف سے پھیر کر اس چیلنج کے مقابلے کی طرف ہونا چاہیے۔ ہر شخص کو اس میں اپنا پورا حصہ ادا کرنا چاہیے اور بیرونی امداد کی طرف دیکھنے کے بجائے خود اپنے وسائل پر انحصار کر کے اپنے بھائیوں اور بہنوں کی مدد کرنی چاہیے۔

دوسری ضرورت ان بنیادی مسائل کی طرف توجہ دینے کی ہے جن کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے۔ فوری امداد اور وقتی بحالی اسی طرح ضروری ہیں جس طرح اگر مریض کے بدن سے خون بہہ رہا ہو تو ہر چیز کو بھول کر اسے روکنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن صرف خون روک دینے سے مریض صحت یاب نہیں ہو سکتا۔ اصل مرض کی تشخیص اور اس کا پورا علاج بھی ضروری ہے۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب مذکورہ پانچ امور کی طرف پوری توجہ دی جائے اور ایک نئی حکمت عملی اور واضح نقشہ کار تیار کیا جائے جس کے ذریعے قوم کو اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے لائق بنایا جائے۔ اس میں زراعت کی ترقی، پانی کی فراہمی، ترسیل، تقسیم اور استعمال کا صحیح نظام قائم ہونا ضروری ہے۔ معاشی اور سیاسی نظام میں اصلاحات بھی ضروری ہیں تاکہ وہ اسباب دور ہوں جو بگاڑ کا سبب بنے ہوئے ہیں اور جن کے نتیجے میں ملک کی دولت ملک کے عوام کی فلاح و بہبود کے لیے استعمال نہیں ہو رہی بلکہ ایک مخصوص طبقے کی عیاشی کی نذر ہو رہی ہے اور فساد اور ظلم پھیلانے کا ذریعہ بنی ہوئی ہے۔

ان سب اقدامات کے ساتھ، اور ان سے بھی زیادہ ضروری دلوں کا تزکیہ، اللہ سے تعلق، اس سے اپنے گناہوں اور کوتاہیوں کے لیے عفو و درگزر کی طلب ہے۔ اہل پاکستان کو اللہ کے دین کے احکام اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی تشکیل نو کرنا چاہیے تاکہ اللہ کے اور اس کے بندوں کے حقوق ٹھیک ٹھیک ادا کیے جا سکیں۔ اسی طرح یہ امت شہداء علی الناس کے منصب اور خیر کی طرف انسانیت کو بلانے کی اپنی بنیادی ذمہ داری کو ادا کر سکے گی، خدا کی مخلوق دین حق کی حقیقی برکتوں سے شادکام ہو گی اور انسان دنیا میں ہی نہیں، آخرت میں بھی کامیاب و کامران ہو گا۔

اشارات کے انگریزی ترجمے کے لیے دیکھیے: www.jamaat.org